عجمی سازش کا تجزیہ واقعات کی روشنی میں

منکرینِ حدیث کے ایک سوال کا جواب

(از شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خطیب جامع اہل حدیث گوجرانوالہ)

میری کتاب "جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث" پر "طلوع اسلام" نے جولائی ۱۹۵۷ء کے پرچے میں تعارفی نوٹ لکھا اور وہ پرچہ مجھے بھی بھیج دیا ہے اس تقریب سے اتفاقاً "طلوع اسلام" کی زیارت کا موقع مل گیا۔

اپنی کتاب کے "تعارف" کے متعلق مجھے کچھ نہیں عرض کرنا ہے کیونکہ تعارفی نوٹ سے ظاہر ہے کہ "عریف" محترم کو خود بھی معرفت حاصل نہیں ہو سکی تو دوسروں کے تعارف کی کوشش کرنا بے سود ہے پھر یہ "تعارف" ایسی ذہنی کیفیت کا غماز ہے جس کی بنیاد تقلیدی جمود، اور گروہی عصبیت کے سوا کچھ نہیں ان حالات میں صحیح تنقید یا تعارف کی امید ہو بھی کیسے سکتی ہے؟

ہاں اسی شمارے میں ہمارے دیرینہ محترم دوست مولوی ابراہیم صاحب ناگی امرتسری کا ایک سوال شائع ہوا ہے جو ان کے خیال میں تاریخی ہو تو ہو، درحقیقت وہ کوئی تاریخی چیز نہیں بلکہ وہی جدید مغالطہ ہے جو منکرینِ حدیث کی اس قسم کو لگا ہے۔ جو یورپ اور کعبہ کو بیک وقت پوجنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن ان کے ذہن کی پوری ساخت یورپین ہے۔ ان لوگوں کو علماء مغرب کی اکتشافیات پر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ یقین ہے مگر اسلامی علوم سے یا بے خبر ہیں یا بدگمان، اس لئے ان کی کوشش ہے کہ اسلامی علوم کو مغربی اکتشافات کا بپتسمہ دیا جائے۔

مضمون نگار نے مسئولیت کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے اپنے طبعی رجحانات بلکہ فیصلوں کو سوال کا رنگ دیا ہے ورنہ دراصل وہ اسی فیصلہ کو دہرانا چاہتے ہیں جس کی سازش غالباً "کراچی" "طلوع اسلام" کے دفتر میں ہوئی۔

واقعہ میں عجمی سازش کوئی حقیقت نہیں اور اس سلسلے کے سارے استدلال کی بنیاد چند سلبی اوہام پر ہے اور معلوم ہے کہ منفی قرائن سے کوئی ایجابی حقیقت ثابت نہیں کی جاسکتی اور عقل و دانش کی دنیا میں زلفوں کی زیبائش کا کام استرے اور بیلچے سے نہیں لیا جاتا۔

مولوی صاحب کی پوری عمر عدالت کی کرسی پر بسر ہوئی ہے ان کی زندگی کے قیمتی لمحات انگریزی قانون کی خدمت اور مغربی انداز فکر کی نذر ہوئے ہیں اس لئے سوچنے کا وہی طریق محترم کی طبیعت ثانیہ بن گیا ہے سوال جو پیدا کیا گیا ہے، مختصراً صرف اتنا ہے کہ "حدیث کی تدوین فارسی الاصل علماء نے کیوں کی اور کتب صحاح کے مصنف عرب کیوں نہیں"؟ طلوعِ اسلام کا ادارہ بے تکلف اس کا جواب عنایت فرما دیتا ہے کہ یہ عجمی سازش کا نتیجہ ہے۔ ہم جواب میں اختصار ہی سے ادباً گذارش کر دیتے ہیں کہ اس عجمی سازش کا سراغ، ابھی تشکر ہے کہ عجمیوں نے ہی لگایا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سراغ رسانی بھی کسی عجمی سازش ہی کا اثر ہو۔ ضرورت ہے کہ کچھ اور عجمی مکتشفین کی تلاش کی جائے شاید اس سازش میں ہی کوئی سازش ہو۔

نیا جال مگر اس مختصر سے سوال کو مولانا ابراہیم نے طلوعِ اسلام کے چھ صفحات پر پھیلایا ہے۔ عرب کا جغرافیہ بیان فرماتے ہوئے ایک مفروضہ مرتب فرمایا کہ ایرانیوں کو عربوں سے عداوت تھی جس کی بنا پر انہوں نے عربی علوم کی خدمت کا ذمہ لے لیا

تاریخی مغالطہ پھر اس عداوت پر فردوسی کے دو شعروں سے استدلال فرمایا حالانکہ فردوسی کی شاعری کے سوا اس میں کوئی تاریخی حقیقت نہیں۔ فردوسی کا تصوّر ہی فارس کی فتوحات سے برسوں پہلے کا ہے فارس کی فتوحات فاروقِ اعظم کی خلافت میں ہوئیں۔ فردوسی کے اشعار کسریٰ کی زبان سے ہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی گرامی نامہ کے تاثرات کا نتیجہ کہنا چاہیئے۔ پس موصوف کا یہ ارشاد کہ "مفتوح ہونے کے بعد بھی عربوں سے اپنی قلبی نفرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا جو ہزار سال سے فضاء عالم میں گونج رہا ہے۔ تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتی خطوط صلح حدیبیہ کے بعد لکھے اور یہ اندازاً ۶ھ کے قریب ہوں گے اس وقت فارس کی فتح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

انداز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کسی بہت بڑے شکار کے لئے جال پھیلا رہے ہیں۔ مگر

ع۔ کہ عنقارا بلند است آشیانہ ـــــ یہ تجربہ شاید یہاں کامیاب نہ ہو۔

جزیرۃ العرب موصوف کا یہ ارشاد "کہ اس خطہ ارض کا کوئی نام ہی نہ تھا" بھی کوئی تاریخی حقیقت نہیں کیونکہ جناب نے خود اسے جزیرۃ العرب سے تعبیر فرمایا ہے۔ عرب اول اپنے اشعار میں اس کے مختلف حصوں کے کئی نام ذکر کرتے ہیں۔ نجد، تہامہ، حجاز، عراق، عسیر، بحرین وغیرہ اسی جزیرہ کے مختلف حصوں کے نام ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موصوف ایسے علم دوست کو اپنے اس ارشاد پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

"واد غیر ذی زرع" صرف بلد الحرام اور اس کے اطراف کو فرمایا گیا ہے ورنہ عرب کے بعض حصے کافی زرخیز ہیں۔ محترم! اپنشن مل چکی ہے۔ دنیا کے دھندے چھوڑیئے سنت کے مطابق حج فرمایئے۔ وادی فاطمہ، طائف، مدینہ منورہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ پورا ملک واد غیر ذی زرع نہیں ہے۔ یہ حقائق کی تعبیر حقیقت کے خلاف فرمائی گئی ہے۔ عربوں کی تاجرانہ پوزیشنوں پر غور فرمائیں۔ عرب تاجر، شام، عراق اور ایران کے لئے سفر کرتے تھے۔ عرب کی منڈیوں کی فہرست الاغانی، العمدہ وغیرہ میں پڑھیں۔ عربوں کے تعلقات کم و بیش سب ملکوں سے تھے۔ جب فتوحات کا دور آیا تو عربوں نے ان تمام جغرافیائی حدود کو عبور کر لیا اور چند سالوں میں ایران کی فتح مکمل ہوگئی۔

کیا عربوں نے آسانی سے قرآن کو قبول کر لیا مولانا کا یہ ارشاد "قرآناً عربیاً" کی تعلیم عربی بولنے والوں کو اجنبی معلوم نہ ہوئی اور ان ARBACISED ممالک میں اسلام بآسانی پھیل گیا" بھی تاریخی حقائق کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تقریباً پچیس سال عرب میں ہی صرف ہوئے اور آپؐ کے آخری عہد میں یمن میں فتنۂ ارتداد رونما ہوگیا اور مسیلمہ، اسود، سجاح کو خاصی کامیابی بھی ہوگئی۔ علاوہ ازیں کیا یہ واقعہ نہیں کہ عرب کس طرح توحید سے گھبراتے تھے اور اس دعوت کو ان ھذا الا اختلاق سے تعبیر کرتے اور ان ھذا لشیٔ عجاب (ص) کہتے تھے پھر بدر، حنین، خندق اور موتہ وغیرہ قریباً ۲۳ جنگیں اسی سلسلے میں لڑنی پڑیں، جب واقعات یہ ہیں تو فرمایئے آسانی سے کس طرح قبول کیا؟ سارے مصائب کا سرچشمہ تو عرب ہی تھے۔ سنت کی تاریخی حیثیت بھی اگر آپ لوگوں کو گوارا نہیں تو یہ قرآن ہی کی شہادت ہے۔

ایران میں اسلام کی حیثیت حضرت عمرؓ نے جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ۱۶ھ میں فتوحات کا رخ فارس کی طرف ہوا اسی سال جلولاء کی جنگ میں یزدجرد کو شکست ہوئی اور وہ رے میں چلا گیا۔ یہ سلسلہ قریباً ۲۳ھ میں ختم ہوا ان جنگی مہمات میں اسلام کی اشاعت بھی ہوتی رہی اور فتوحات کا سیلاب بھی بڑھتا گیا۔ سعید روحیں اسلام سے متاثر ہوئیں مگر ان فتوحات میں کسی ایسی سازش کا پتہ نہیں چلتا جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ ایرانی عوام اسلامی حکومت کو ناپسند کرتے ہیں۔

شاہی خاندان اور ان کی وظیفہ خوار فوجیں لڑتی رہیں مگر ایرانی عوام میں ان فتوحات کے خلاف کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوئی اس بنا پر موصوف کے اس ارشاد کے برعکس اس کے ایرانی ضمیر اسلام اور عربی تہذیب

قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے" کی تاریخی بنیاد تو کوئی نہیں ہے۔

اسلامی حکومت ایرانیوں کے لئے رحمت تھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایرانی مسلمانوں سے کیسے ناخوش ہو سکتے تھے جب کہ ایرانی حکومت نوشیرواں کے بعد انحطاط کی طرف جا رہی تھی اور اس کے نظام میں اضمحلال پیدا ہو چکا تھا۔ رعایا میں بے اطمینانی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اسلام میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہاں رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور اس معاملہ میں مسلم و غیر مسلم میں بھی کوئی امتیاز نہ تھا۔ جہاں تک حفظ حقوق اور عدل و انصاف کا تعلق ہے اسلامی حکومت اس کی پوری طرح پابند تھی یہی وجہ تھی کہ اسلامی عساکر نے جس طرف رخ کیا عوام استقبال کے لئے حاضر تھے۔ ان حالات میں کسی عجمی سازش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عجمی سازش بازوں کی کوتاہی نظر "عجمی سازش" کا ہوا دکھانے والوں سے اسلامی تاریخ کے دو اہم مسئلے نظر انداز ہو گئے۔ اول اسلامی نظام حکومت میں عدل و انصاف اور رعیت نوازی کا جذبہ۔ حکومت کا مذہب کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ رعیت کو آرام اور معاشی آسانیاں مہیا ہو جائیں تو کسی سازش یا انقلاب کا خطرہ ہی باقی نہیں رہتا۔

دوم اگر کسی ملک کی فتح اور ان کے نظام زندگی میں انقلاب سازشوں کا موجب ہو سکتا ہے تو ایک "عربی سازش" کا ہوا بھی تیار ہو جانا چاہیئے کیونکہ جہاں تک پرانے مذہب کی تباہی۔ قومی رسوم اور عادات کی بربادی کا تعلق ہے عربوں پر بھی اسلام نے رحم نہیں کیا۔ بلکہ پوری تہذیب کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ بت گرائے بت خانے تباہ کئے اور جاہلیت کی ایک ایک چیز کو ختم کر دیا۔ پوری زندگی کو جاہلی رسوم سے نکھار کر رکھ دیا۔ تعجب ہے کہ "عربی سازش" کے لئے ہمارے اہل قرآن مفکرین نے آج کل کیوں تجویز نہیں سوچی۔

پھر وہی قصہ تدوین؟ موصوف نے اپنے سوال کو "مدلل" کرنے کے لئے، وہی پرانی بات تدوین حدیث کی دہرائی ہے جس کے جواب میں معتدبہ ذخیرہ اہل سنت و حدیث نے جمع کر دیا ہے اور جس کو مسکت سمجھ کر ہی منکرین حدیث نے یہ نئے نئے جال بچھانے شروع کئے ہیں بہرکیف مولوی ابراہیم صاحب اس سے یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ تدوین یا جمع حدیث کا وجود تیسری صدی سے پہلے نہ تھا مگر یہاں بھی موصوف نے اپنا مقصد سے حد تشنہ رکھا اور ان آئمہ کے زندگی کے ایسے پہلوؤں کو نظر انداز فرمایا ہے جو ان کے خلاف جاتے ہیں اگر ان زاویوں پہ نظر رکھتے تو ایسا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

آئمہ حدیث کے دور میں ایرانی | فارسی حکومت تو ۲۲ھ تک پوری طرح کچل کر رکھ دی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اذا ھلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدہٗ آج تک پوری شان سے اپنی صداقت کا اعلان کر رہا ہے جیسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے فارسی حکومت کو ختم کر دیا اس کے بعد کوئی کسروی حکومت برسرِ اقتدار نہیں آسکی۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس پورے پونے دو سو سال میں ایرانی حکومت نے کبھی سر اٹھایا ہو۔ تیسری صدی ہجری میں جسے تدوینِ حدیث کا زمانہ سمجھا جاتا ہے کیا فارس میں کوئی ایسی طاقت موجود تھی جو اس "عجمی سازش" کی سرپرستی کر سکے؟ تاریخ کا ایک طالب علم اس کا جواب حتمی نفی میں دے گا۔ یہ پونے دو سو سال جب کہ خود عرب میں شیعہ سنی کارزار شروع ہو چکا تھا خوارج اور نواصب دنیا کے سامنے آچکے تھے آیا فارسیوں نے بھی کوئی سازش کی؟ پھر ایک ظنی مفروضہ کی بنا پر آئمہ حدیث کو بدنام کرنا دانشمندی ہے نہ دیانت داری ——!

ہم اس دو سو سال کے عرصہ میں فارس کے ساحل کو اس قدر پر سکون اور مطمئن پاتے ہیں جس کی نظیر دنیا میں کم ملے گی پھر کوئی پڑھا لکھا آدمی "عجمی سازش" کو کیوں مان لے؟ حقیقت یہ ہے کہ عجمی سازش کی سازش صرف طلوعِ اسلام کے دفتر میں ہے واقعات میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

عباسی دورِ حکومت میں فارسی اثرات | منکرینِ حدیث کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سازی کی سازش عباسی حکومت میں ہوئی مگر یہ معلوم ہے کہ عباسی حکومت کی تاسیس ابوالعباس سفاح نے ۱۳۶ھ میں رکھی، فارسی عناصر کا اقتدار برامکہ کے دور سے ہوا تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوالعباس سفاح سے ہارون الرشید تک تقریباً چھ خلیفے ہوئے ہیں اس وقت تک تو دربار میں فارسی اقتدار نہیں تھا کیونکہ برامکہ کا اقتدار مامون کی خلافت میں ہوا اور یہی وہ زمانہ ہے جسے فارسی اقتدار کے عروج و زوال کا دور کہنا چاہیئے لیکن یہاں "عجمی سازش" کا نام تک ناپید ہے۔ مامون سے پہلے عباسی حکومت کے کسی سربراہ کا نام لیجیئے جس نے اس سازش کی سرپرستی کی ہو۔ ان علماء کے نام لیجئے جو اس سازش میں شریک ہوئے ہوں جب تک ثبت طور پر آپ کا کیس درست نہ ہو۔ صرف اس قسم کے منفی سوالات کہ فارسیوں نے حدیث کی خدمت کیوں کی۔ عربوں نے کیوں نہ کی۔ ایسی چیزوں سے نہ کوئی دعوٰے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عدالت میں ان سلبی قرائن کی بنا پر ملزم کو سزا دی جاسکتی ہے پھر یہ ثابت کیجئے کہ کسی صاحبِ علم و تحقیق نے اس سازش کی نشاندہی کی ہو۔ آیا کوئی تاریخی شہادت ایسی پیش ہو سکتی ہے ؟ غالب

اس کا جواب نفی میں ہوگا۔

دراصل قصہ تو اتنا ہے کہ مامون رشید کو ہارون نے اپنی حکومت سے ایک تہائی حصہ دے دیا تھا باقی دونوں بھائیوں کو بھی حسبِ حصہ ملک دے دیا مگر خلافت اس کو دی جو زبیدہ کے بطن سے تھا۔ بھائیوں کی بن نہ آئی۔ مامون کی جب ۱۹۸ھ میں بیعت ہوئی تو اس نے اپنی حمایت میں فضل بن سہل ایسے فارسی الاصل اور شیعی مدبر کو وزارت کا منصب تفویض کیا۔ پھر واقعہ یہ ہے کہ مامون کی خلافت میں تو ائمہ حدیث پر ایک مصیبت مسلط رہی۔ ان میں اکثر کھلے طور پر ظلم کا تختۂ مشق بنے۔ سوال یہ ہے کہ اس سازش کی سرپرستی کس نے کی؟ مامون نے یا فضل بن سہل نے؟ اور کس محدث وامام سے مل کر یہ سازش وجود میں آئی؟ اس کی شہادت تاریخ سے ہونی چاہیئے۔ اوہام سے نہیں، اور یہاں بحمداللہ یہ حالت ہے کہ تاریخ بالکلیہ ساکت ہے اس عہد کی تاریخ میں حدیث سازی کے متعلق کسی سازش کا ذکر آپ کو نہیں ملے گا۔

بقول سائل سازش عباسی حکومت میں ہوئی لیکن عباسی حکومت خلیفہ مستعصم باللہ (۶۵۶ھ) پر ختم ہوگئی ابن العلقمی رافضی کی نمک حرامی سے یہ حکومت صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی۔ اس کے بعد تاتاری برسرِ اقتدار آئے تو عباسیوں کے منصب ترکوں کی طرف منتقل ہوئے اور ترکی اقتدار کو برطانوی حکومت نے باقی یورپین طاقتوں کے تعاون سے ختم کیا۔ اس صدیوں کی مسافت میں اس "فارسی سازش" کا پتہ یا شبہ ادارہ طلوعِ اسلام کی راہنمائی میں صرف مولانا ابراہیم صاحب ناگی کو کیوں ہوا؟ یہ مقطوع روایت ظنی نہیں؟ جو کئی صدیاں عدم کی نذر رہیں۔ عجیب بات ہے کہ یہ اوہام حقیقت ثابت بن گئے اور حدیث بے چاری مشتبہ ہوگئی کہ اس کی تدوین پہلی صدی کی بجائے دوسری صدی میں کیوں ہوئی "عجمی سازش" کا شاخسانہ جیسے دوسری صدی میں ہونا چاہیئے تھا چودھویں صدی میں ہوا۔ یقیناً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فطری اقتضاء اور قدرتی توقع کے مطابق جو ہونا چاہیئے تھا وہ کیوں نہیں ہوا؟ جو نہیں ہونا چاہیئے تھا وہ کس طرح ہوگیا۔

"مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس" توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

مولانا نے بجا ارشاد فرمایا "آج تک بھی یہ حال ہے کہ عربی الفاظ ہماری زبان سے چن چن کر خارج کئے جا رہے ہیں۔" ادباً گذارش ہے کہ یہ مصطفیٰ کمال کی حماقت تھی کہ اس نے اسلامی وحدت کی پیامبر عربی زبان سے یہ ظلم روا رکھا اور ردائے اسلام کو تار تار کر کے رکھ دیا لیکن اس قتلِ عام کا کیا علاج ہے کہ ہم نے پوری زبان سے عداوت بپا کر لی، نماز تک اردو میں شروع ہوگئی۔ مولانا ناگی صاحب مجھ سے اتفاق فرماویں گے کہ یہ

ساری شرارت "عجمی سازش" کی پیداوار ہے۔

عباسی حکومت کی بربادی عجمی سازش کا نتیجہ نہیں! موصوف نے ایرانی آویزشوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ابن العلقمی اور نصیر الدین طوسی کی شر پسندانہ کارگذاریوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یقیناً یہ ایک دل گداز سانحہ ہے اور یہ ایسا ہی ہیبتناک منظر تھا جس طرح ۱۹۴۷ء کا قتلِ عام ہماری نگاہوں نے دیکھا لیکن اسے "عجمی سازش" یا فارسیوں کے سیاسی انتقام کا نتیجہ سمجھنا غلط ہے۔ یہ شیعہ سنی اختلافات کا نتیجہ تھا اس میں ایرانیوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ حملہ آور ترک تھے۔ حکومتِ عباسیہ مظالم کا تختۂ مشق تھی اور یہی حکومت تھی جسے منکرینِ حدیث عجمی سازش کے لئے بدنام کرتے ہیں۔ اگر منکرینِ حدیث کا یہ نظریہ درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ عجمیوں نے اپنی سازشوں سے اپنے رفیقوں اور ساتھیوں کو برباد کر دیا۔ اس کے علاوہ نہ ابن العلقمی ایرانی تھا نہ طوسی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہر شیعہ کو ایرانی تصور کر لیا جائے۔ اگر یہ اصطلاح متعین کر لی جائے تو شاید اہل قرآن حضرات پاکستان کی ساخت اور ملک کی تقسیم کو بھی عجمی سازش کہہ دیں۔ مولانا غور کریں گے تو میرے ساتھ اتفاق فرماویں گے کہ بغداد کی تباہی کو شیعی سازش تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسے ایرانی یا فارسی سازش کہنا تاریخی لغزش ہوگی اسی طرح ذرا مطہ کی تاریخ حسبِ ارشاد مولانا "خون سے بھری ہوئی ہے" لیکن عجمی شاہی خاندان اور ایران کے سابقہ حکمرانوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہ خلافِ اسلام نظریات پیدا ہوتے رہے اور اسلام کی صحیح تعلیمات سے ٹکراتے رہے یہ گاڑی صدیوں زمین کی سطح پر چلتی رہی لیکن اسے عجمی سازش کہنا ایک مضحکہ خیز مغالطہ ہوگا۔

ہاں ایک دفعہ پھر ذہن نشین کر لیجئے تاریخ کی یہ بیّن شہادت کہ فارسی حکومت نے اپنی تباہی کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی ہنگامہ نہیں اٹھایا اور یزدجرد کے قتل کے بعد فارس کے حاکم خاندان میں یہ سکت ہی کب رہ گئی تھی کہ وہ کوئی سازش کر سکیں۔ باقی رہے عوام تو انہیں اسلام کے نظامِ عدل نے اس قدر مطمئن کر دیا تھا کہ اسلام کے آتے ہی وہ آرام کی نیند سو گئے انہیں یہ ضرورت ہی نہ رہی کہ وہ سازش کریں —— !

انمل بے جوڑ میں نے سوال کے ابتدائی اجزاء کی تنقید میں ناظرین کا بہت وقت لے لیا اس لئے کہ سائل محترم نے اسے خواہ مخواہ ایک تاریخی حقیقت قرار دے کر اس پر زورِ قلم صرف فرمایا حالانکہ جس طرح عرب جغرافیہ کا ذکر یہاں بالکل بے جوڑ ہے اسی طرح حدیث کی تدوین میں عجمی سازش کی کڑی تاریخی لحاظ سے قطعاً بے جوڑ ہے اور تاریخ کی عظیم الشان غلطی یا بہت بڑا افتراء ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ روایت حدیث

میں غلطیاں ہوئیں مگر یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ ان کی نشاندہی بھی محقق محدثین ہی نے فرمادی اور احادیث کی تصحیح کے لئے کئی علوم وضع فرمائے۔ جن کی روشنی میں حدیث پر تنقید ایک علمی مشغلہ ہے لیکن اسے عجمی سازش کہنا بڑا ہی بدبودار جھوٹ ہے۔ ولا یفلح الکاذبون۔

اصحاب صحاح کا تذکرہ مصنفین صحاح کا تذکرہ چھیڑ کر مولانا موصوف نے سوال کو بے ضرورت لمبا بھی کیا ہے اور الجھا بھی دیا ہے لیکن میں سابقہ عمومی بحث کے بعد اب کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مولانا کا کیس بے حد کمزور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسا آدمی جس کی زندگی کا بہت سا حصہ عدل وانصاف کی سرپرستی میں گذرا ہے۔ وہ یقین کرے گا کہ اس بحث میں کوئی ایجابی چیز موجود نہیں۔ پھر تیرہ سو سال کا تسلسل اور تاریخ کا تواتر بھی اس تہمت کے خلاف ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر بھی عرض کیا گیا ہے کہ ان تیرہ صدیوں میں "عجمی سازش" کا شبہ تک کسی کو نہیں گذرا۔

چند نکات میں ائمہ حدیث اور مصنفین صحاح کے متعلق صرف چند نکات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ان سب حضرات نے فن حدیث کی خدمت کا مشغلہ عموماً بچپن میں شروع کیا چنانچہ امام بخاری دس سال کی عمر میں حفظ وکتابت حدیث میں مشغول ہو گئے۔ معلوم ہے یہ عمر سازشوں کے لئے قطعاً غیر موزوں ہے۔ امام مسلم۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ کا بھی یہی حال ہے۔ ان کے تذکرے کتب رجال میں ملاحظہ فرمائیں۔ ناظرین کے ملال طبع کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس دلچسپ حصہ کو بسط سے لکھتا یہ تذکرہ "عجمی سازش" کے فسانہ کو قطعاً ختم کر دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الباری ص ۱۹۳/۲۶ و مقدمہ تحفۃ الاحوذی وغیرہ)

(۲) ان حضرات کا میل ملاپ پوری عمر علماء ہی سے رہا۔ عملی سیاسیات میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ عمر بھر شاہی درباروں سے بھاگتے رہے جب ان کو سازش کے بغیر بھی حکومت مل سکتی تھی تو سازش سے کیا فائدہ؟ ہارون رشید اور امام مالک، منصور اور امام ابوحنیفہ، امام احمد اور خلیفہ مامون کے تعلقات اس کے شاہد ہیں۔ امام بخاری اور خالد بن احمد ذہلی والئ بخاری میں مناقشہ اسی بنا پر ہوا کہ وہ درباری اعزاز کے لئے تیار نہ تھے۔ والئ بخاری کو یہ ناگوار محسوس ہوئے تو اس نے انہیں شہر سے نکال دیا۔ جو شخص والی کی خواہش کے مطابق منصب نہیں لینا چاہتا وہ اس کے لئے سازش کیوں کرے گا (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۲۰۵/۲۶)

(۳) ائمہ سنت اور ائمہ حدیث کے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرستیں رجال کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں ان

ہیں تنقید بے شک ہے وہ بڑی بے جگری سے ظلم بھی برداشت کرتے ہیں لیکن ان کے مزاج میں کانسی پریسی نہیں، ایک واقعہ پوری تاریخ میں نہیں ملے گا جس سے یہ محسوس ہو کہ ان بزرگوں نے کبھی کوئی سازش کی ہو۔

(۴) صحاح ستہ کے ایک ایک باب کو پڑھ جائیں آپ احادیث کے مضامین پر تاریخی اعتراض کر سکتے ہیں۔ اخلاقی شبہات کر سکتے ہیں مگر وہاں سیاسی سازشوں کے لئے کوئی مواد نہیں ملے گا۔ وہاں سب سے زیادہ یہی ملے گا لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق یقیناً اسی تعلیم میں بغاوت کے جراثیم پائے جاتے ہیں لیکن یہ بغاوت اسلامی تعلیمات کی جان ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول میں جابجا اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سائل محترم نے امام بخاری کو ایران کے اس حصہ کا متوطن قرار دیا ہے جہاں سنی آباد تھے۔ سائل کے وہم کا اس میں یہی جواب موجود ہے، سازشی وہ ذہن تھا جس کی ترجمانی ابن العلقمی اور طوسی کرتے تھے سنی ذہن نے کبھی سازش نہیں کی ——!

امام بخاری کے متعلق مولانا کا یہ فیصلہ کہ "انہوں نے انتخاب کے بعد باقی احادیث کو رد کر دیا"۔ "انہیں (امام بخاری) یہ حق حاصل تھا کہ اپنے شخصی فیصلے کے مطابق لاکھوں حدیثوں کو رد کر دیں (طلوع اسلام ص۲۶ جولائی ۵۶ء) بڑی جرأت ہے ——! حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے "شخصی فیصلے" سے ایک حدیث کو بھی رد نہیں کیا نہ ہی وہ اس کے مجاز ہیں بلکہ اہل علم کے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں یہ فیصلے کئے گئے وہ اصول آج موجود ہیں جن کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت ہے اور آج بھی ان اصولوں کی روشنی میں کسی کو جرأت ہے تو فنِ حدیث اس کے لئے تیار ہے ع۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے لیکن ہر ناتراشیدہ ذہن کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ طے شدہ صحیح احادیث پر خطِ تنسیخ کھینچنا شروع کر دے۔ اس قتل عام کی اجازت انشاء اللہ قیامت تک نہیں دی جائے گی ولو کرہ المجرمون اور یہ حدیث پر کیا موقوف ہے کسی فن میں بھی ہر آدمی کو محاکمہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ پھر صحیح بخاری کے رد یا قبول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بہت سی کتابیں لکھیں صحیح بخاری کی احادیث کے انتخاب اور اندراج میں انہوں نے ذہن میں کچھ خاص شرائط رکھیں اور ان شرائط کو نگاہ میں رکھ کر منتخب احادیث کو بخاری میں درج فرمایا اور جو احادیث ان شرائط کے مطابق نہیں تھیں انہیں اس کتاب

میں درج نہیں فرمایا۔ سائل محترم نے بڑی جرأت فرمائی لیکن یہ خیال نہ رہا کہ انتخاب کا نام رد کر دینا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی چیز لے لی گئی یہ کس منخرے نے آپ کو کہا کہ باقی احادیث امام بخاری نے رد کر دیں۔ جزء القرءة، جزء الرفع، الادب المفرد، تاریخ صغیر، تاریخ کبیر وغیرہ کتب اس غیر منتخب ذخیرہ سے ماخوذ ہیں۔ مولانا! یہ جرأت؛ ع

پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

مولانا! علمی مسائل میں علمی انداز سے گفتگو ہونی چاہیئے یہ عامیانہ انداز کسی دوسری محفل کے لئے بمد امانت رکھئے اور اپنے تمام رفقاء سے عرض فرمایئے کہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے آپ کے وقار میں اضافہ نہیں ہوگا۔ انصاف سے خود ہی غور کیجئے کہ ادارہ ثقافت کے فضلاء مسٹر غلام احمد پرویز اور ہمچو قسم کے حضرات کو ایسے مباحث میں دخل اندازی کا کوئی حق پہنچتا بھی ہے؟

آپ نے بارہا بازار سے کتابیں خریدی ہوں گی آپ ضرورت کی کتابیں انتخاب فرما کر خریدتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ باقی ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جائیں۔ یہی ذخائر ہیں جس سے مسلم ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی رحمہم اللہ تعالےٰ نے اپنی شرائط اور فہم کے مطابق انتخاب فرمایا۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ سائل محترم آئندہ قلم اٹھاتے وقت اپنی علمی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھیں گے۔

تدوین حدیث اور تاریخی لغزش | فن حدیث تدریجی ارتقاء سے ان مراحل تک پہنچا جہاں وہ آج ہے اس وقت ان مراحل کی تفصیل پیش نظر نہیں صرف یہ گذارش کرنا مطلوب ہے کہ تدوین کا وقت کون سا ہے۔ تدوین حدیث کی باضابطہ بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۱ھ) نے رکھی۔ ان کے حکم سے ابوبکر عمر بن حزم (م ۱۱۷ھ) نے بحیثیت گورنر اس کا انتظام فرمایا جس کی تعمیل ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) نے فرمائی اور امام زہری کے تتبع میں دوسرے آئمہ حدیث نے احادیث جمع کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور تمام ذخائر جو صحابہ اور کبار تابعین نے تذکرات کی صورت میں اپنے اپنے وقت میں جمع فرمائے تھے انہیں اپنے ذوق کے مطابق کتابوں کی صورت میں تدوین کرنا شروع کیا[1]

سائل محترم کو افسوس ہے کہ کتب صحاح صحابہ یا تابعین کی سرپرستی میں کیوں نہیں لکھی گئیں۔ عباسیوں کی نیم عجمی حکومت میں سنت کے یہ ذخائر کیوں تصنیف ہوئے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ تاریخی طور پر اس

---

[1] تہذیب جلد ۱۲ تذکرہ ابوبکر بن حزمؒ۔ مصفی جلد ۱، جامع بیان العلم وغیرہ

"افسوس" کے لیئے کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی "تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ ان چھ کتابوں (صحاح ستہ) میں جو احادیث لکھی گئی ہیں وہ دراصل ابوبکر بن حزم، عمر بن عبدالعزیزؒ اور ابن شہاب زہریؒ کی "سازش" سے لکھی گئیں اور یہ سب کچھ بنوامیہ کی خالص عربی حکومت میں ہُوا۔ نیم عجمی حکومت میں ان احادیث پر فقہی ابواب کا اضافہ واقعی ہُوا لیکن جہاں تک احادیث کا تعلق ہے وہ ذخیرہ بالکل وہی ہے جس کی تاسیس بلکہ ایک حد تک تکمیل عربی حکومت میں ان اعرب اساطین سنت کی سرپرستی میں ہوئی حسبِ اصطلاح سائل محترم مصنفین صحاح نے اس "عربی سازش" میں معقول اور خوشنما اضافہ فرمایا اور اس کی تکمیل کی اور یہ کوئی جرم نہیں نہ ہی اس پر کسی تاسف کی ضرورت ہونی چاہیئے۔

نیم عجمی حکومت کے "بعض کارنامے" | (۱) نیم عجمی حکومت کے سربراہ کے بعض تاریخی کارنامے جو آج تاریخ کی زینت بنے ہوئے ہیں یعنی مامون نے اپنے بھائی مؤتمن کو ولیعہدی سے معزول کر کے حضرت جعفر صادق کے پوتے علی الرضا کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ دیکھیئے عجمیت زدہ خلیفہ نے ہاشمی عربوں کے لیئے جگہ خالی کر دی ——!

(۲) سیاہ لباس جو نیم عجمی حکومت کا شعار تھا اسے بدل کر سبز لباس کر دیا[۱]

(۳) اعلان کر دیا کہ امیر معاویہ کا ذکرِ خیر نہ کیا جائے[۲]

انسانی ذہن بدکتے رہتے ہیں اور مطلق العنان بادشاہوں کے خیال میں جو کچھ آئے کر گزرتے ہیں۔ اس میں نہ کوئی سازش ہوتی ہے نہ کوئی مشورہ۔ آئمہ حدیث اسی لیئے ان درباروں سے الگ تھلگ رہ کر اسلام کی خدمت میں مشغول رہے۔ اور بوقت ضرورت حکومت کے اعمال پر مناسب تنقید کرتے رہے مصنفین صحاح کی یہ خدمت بھی اسی نوعیت کی تھی جو انہوں نے اس دورِ مفاسد میں انجام دی اللہ تعالےٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اس پاک بازگروہ کی مساعی جمیلہ کا احسان مند ہونے کی بجائے ان کو سازشی کہہ کر بدنام کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہم وخیال سے بحث کے لیئے تو بہت کچھ بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن حقائق سے اس وہم پرستی کی تائید نہیں ہو سکتی۔ مگر آپ لوگ ہیں کہ ان اوہام کا شکار ہیں۔ ان بعض الظن اثم ——!

عباسی حکومت کے مختلف دور | عباسی حکومت کے عروج و زوال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا

[۱] البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۷/۱۰　[۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۳

ہے (۱) ابوالعباس سفاح سے ہارون رشید تک (۲) مامون رشید سے متوکل تک (۳) متوکل سے مستعصم تک ۔ ہارون الرشید نے زبیدہ کی منشا کے مطابق امین کو اپنا جانشین بنایا ۔ مگر مامون نے بہت جلد اس کی جگہ سنبھالی اور امین موت کی آغوش میں چلا گیا ۔ اس وقت تک عباسی درباروں میں عجمی عناصر کا کوئی علمی مقام نہیں ۔ رعایا میں عجمی عنصر خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ سے آرہا تھا لیکن ان کو سیاسی اہمیت حاصل نہ تھی ۔

گذارش یہ ہے کہ پہلا دور یعنی ابوالعباس سفاح سے ہارون تک یہ خدمتِ حدیث کا دور ہے یہ عباسی دربار کا عربی دور ہے ۔ مامون سے واثق تک اگر عجمی دور کہا جائے تو یہ آئمہ حدیث کے لیئے ابتلا کا زمانہ تھا ۔ بعض محدثین امام احمد کی طرح اسی ابتلاء کے میدان میں آگئے ۔ اور بعض پچھلی صفوں میں چلے گئے ۔ اس وقت آئمہ حدیث مصائب میں مبتلا تھے سازش کہاں ہوئی ؟ کس سے ہوئی ۔ کیا یہ سازش ان دشمنوں سے ہوئی جو ان حضرات کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ان دوستوں سے جو اصابتِ فکر سلب کر لی گئی ہے تو یہ انکار حدیث کی سزا ہے سوچتے نہیں کہ متوکل سے مستعصم تک عباسی حکومت کا دور انحطاط ہے ۔ حکومت کا اخلاق بگڑ چکا تھا بے دینی کے رجحانات روز بروز ابھر رہے تھے اس وقت کسی سازش کا کونسا امکان تھا پھر متوکل نے مامون معتصم اور واثق کی بداعتدالیوں کی تلافی کے لیئے امام احمدؒ سے بظاہر مراسم پیدا کیئے مگر یہ مراسم محض سیاسی اور سطحی تھے ۔ ان میں خدمتِ دین کا جذبہ نہیں تھا اس لیئے امام احمدؒ اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے بلکہ سابقہ تنفر بدستور قائم رہا چنانچہ وہ متوکل کے ہاں سے کھانا تک پسند نہیں فرماتے تھے ۔

ٹھوس دلیل کی ضرورت منکرینِ حدیث نے ایک تہمت کا دعویٰ کیا ہے اسکے ثبوت میں وقت اور اشخاص کے تعین کیلئے قطعی شہادت ضروری ہے ۔ ہوا میں پتھر مارنے سے دعوے ثابت نہیں ہوتا ۔ تہمت بھی ان لوگوں پر لگائی گئی ہے جن کی صداقت آج کل کی ہزار در ہزار صداقتوں پر بھاری ہے ۔

میں سائل محترم سے دریافت کرتا ہوں کہ ان بدگمانیوں کے باوجود جو آپ کو امیر المحدثین امام بخاری پر ہیں اگر آج امام بخاری کسی معاملہ پر شہادت دیں اور اس کے خلاف مسٹر غلام محمد پرویز یا خلیفہ عبدالحکیم شہادت دیں ، آپ کا عدالتی ذہن کس کو ترجیح دے گا ۔

میں یقین کرتا ہوں اگر سائل محترم عباسی خلافت کے مختلف ادوار پر ایک تاریخ کے طالب علم کی طرح غور فرمائیں ۔ تو آپ کو یقین ہوگا کہ بحمد اللہ اس تہمت کے عام اجزا واضح ہو چکے ہیں ۔

وطنیت کا قانون سائل محترم نے امام بخاری کے تذکرہ میں فرمایا "مختصراً امام بخاری دراصل ایرانی تھے"۔ یہ درست ہے کہ امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ والد کا انتقال ہوا بڑے بھائی احمد اور امام صاحب والدہ کے ہمراہ حج کیلئے تشریف لے گئے احمد اور والدہ واپس آگئے امام صاحب وہیں رہے دس سال کی عمر میں حفظِ حدیث کا مشغلہ اختیار فرمایا۔[۱]

سولہ سال کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کے علمی ذخائر ضبط کر لئے اور اصحاب الرائے کے نظریات میں بھی مہارت پیدا کر لی اور اس اثنا میں یمن، شام، مصر، الجزیرہ کا دو دفعہ سفر کیا۔ بصرہ کا سفر چار دفعہ کیا۔ حجاز میں چھ سال رہے۔ کوفہ اور بغداد میں بارہا گئے۔ اسی اثنا میں قضایا الصحابہ اور تاریخ ایسی مفید کتابیں لکھیں، امام ابن راہویہ کے مشورہ سے الجامع الصحیح کی تسوید شروع فرمائی۔ بغرض اس کے بعد بخارا کی سکونت اختیار نہیں فرمائی۔ یہی حال عموماً باقی حضرات اصحاب صحاح کا رہا، ساری عمر سیاحی اور بادیہ پیمائی میں گذری۔ عموماً آئمہ حدیث نے درس و تدریس کے لئے عرب میں ڈیرے ڈال دیئے۔ کوئی ایرانی ان کے پاس نہیں آیا۔ ذہن بدل گئے، طرزِ زندگی بدل گیا، ماحول بدل گیا۔ ماحول کے تقاضے بدل گئے یہ جرم البتہ قائم رہا کہ پیدائش عجم میں ہوئی تھی۔ سائل محترم فرمائیں کیا "ایرانیت" کے لئے بے شعوری کا چند روزہ قیام کافی ہے؟ یا اس کے لئے کسی اور قانون کی ضرورت ہے۔ محدثین چار سال کا قیام وطن بدلنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ آپ قانون دان ہیں فرمایئے وطنیت کے لئے کیا کیا شرائط ہیں۔ اگر وطنیت کے لئے پیدائش کافی ہے تو یقین فرمایئے آج دنیا میں کوئی عرب نہیں۔ موجودہ عرب دنیا میں اموی، عباسی، ہاشمی وغیرہ سب حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں جن کی پیدائش مشہور قول کے مطابق فلسطین میں ہوئی۔ حضرت ابراہیم خود نینوا میں پیدا ہوئے اس کے بعد عرب کی رہائش اختیار فرمائی، محدثین جو ایران میں پیدا ہوئے عموماً ان حضرات نے بالآخر رہائش عرب ممالک میں اختیار فرمائی۔ اب بخاری اور ائمہ حدیث کو ایران بھیجنے کے لئے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب بنانے کے لئے قانون بنایئے اس کام کے لئے صرف قلم کی جنبش کافی نہ ہوگی۔

سائل محترم کے خیال کے مطابق تمام محدثین کو لاٹھی کے زور سے ایرانی بنایا گیا تو کشمیر میں نہرو اور اس کے آباؤ اجداد کی وطنیت بھی صحیح ہوگی۔ کشمیر کا مسئلہ اور بھی لاینحل ہو جائے گا۔ خدا کے لئے عقل کے

[۱] ہدی الساری صفحہ ۱۹۲/۲ طبع منیریہ

ناخن لیجیئے اور یقین فرمائیے کہ آئمہ محدثین اکثر عرب ہیں ان میں بہت کم عجمی ہیں اور آپ کا تاریخی سوال قطعی بے محل ہے۔

موطا امام مالک کی مرفوع حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں اصل سوال کی طرف توجہ سے پہلے مناسب ہے کہ موطا کے متعلق مولانا کا شبہ دور ہو جائے۔ موطا چونکہ بقول سائل محترم ایک عرب امام کی تصنیف ہے اس کی احادیث سائل محترم کے رفقاء قبول فرمائیں تو بخاری کے متعلق بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے کیونکہ موطا قریباً صحیح بخاری میں آ گیا ہے۔ کچھ آثار رہ جائیں گے احادیث آ جائیں گی۔

موطا صحاح ستہ میں داخل ہے یہ آپ کو کس نے کہا کہ موطا صحاح میں شامل نہیں۔ آج کل اہلحدیث مدارس میں موطا ہی پڑھایا جا رہا ہے۔ نصاب میں اختلاف ہوتا ہے۔ اساتذہ اپنے نقطۂ نگاہ سے بعض کتابوں کو شامل کر لیتے ہیں۔ بعض کتابوں کو نصاب سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ رائے کا اختلاف ہے جو آج بھی موجود ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

نہ شامل کرنے والوں کا خیال ہے کہ موطا حدیث سے زیادہ فقہ کی کتاب ہے اس میں فقہ مالکی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے مرفوع احادیث پانچ چھ سو کے قریب ہوں گی۔ باقی مراسیل یا موقوفات اور اہل مدینہ کا عمل ہے جسے امام مالکؒ آراء رجال سے زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے انہوں نے موطا کو صحاح میں نہیں شامل کیا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں چونکہ مالک در احکام فقہ کتاب مرتب ساخت و نام او موطا نہاد[1] مسوی میں فرماتے ہیں۔

ان علم الفقه اشرف العلوم واوسعها وكتاب الموطا اصح كتب الفقه واشهرها واقدمها واجمعها[2]۔ سائل محترم جب سے حدیث اور محدثین سے ناراض ہوئے ہیں انہوں نے بالاستیعاب کتب احادیث کا مطالعہ ترک کر دیا ہے۔ صرف قابل اعتراض حصے ان کی نظر میں رہ گئے ورنہ وہ خود فیصلہ دیتے کہ اس دلیل میں جان ہے اس میں عربیت یا عجمیت کی بحث نہیں بلکہ فن اور اس کی تدوین کے انداز کا اعتبار کیا گیا ہے جو اہل علم اسے صحاح میں شامل سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ موطا کے اکثر موقوفات اور مراسیل کو حاکم بیہقی اور دوسرے آئمہ نے مرفوع اور موصول فرما دیا ہے اس لئے اسے صحاح میں شمار ہونا چاہیئے۔ یہ ایک تعلیم اور تدوین کے لحاظ کا اختلاف ہے اس کا یہ مطلب نہیں جو سائل محترم نے

[1] مصفی صفحہ ۱ ج ۱ [2] مسوی صفحہ ۶ ج ۱

فرمایا کہ اسے اصحاب حدیث نے صحاح سے نکال دیا ہے۔

طبقات محدثین مکرم ناگی صاحب نے سوال کو پھیلاتے ہوئے نومبر ۱۹۵۵ء کے طلوع اسلام" سے محدثین کے طبقات کا ذکر فرمایا ہے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے حجۃ اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔ نقل در نقل کی وجہ سے محترم کے لئے لغزش کا موجب ہو گیا ہے یہ دراصل کتب حدیث کے طبقات ہیں محدثین کے طبقات نہیں ہیں اگر براہِ راست حجۃ اللہ سے نقل کیا جاتا تو غالباً یہ لغزش نہ ہوتی اصل ناقل نے عمداً یہ غلطی کی ہے یا قلت فہم سے یہ لغزش سرزد ہوئی۔

ادارہ طلوع اسلام اور ان کے ہم خیال حضرات عجمی سازش سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہ ہر جگہ سازش ہی سازش دیکھتے ہیں۔ ذکاوت حس کا یہ حال ہے کہ ایرانی ذہن پر سوار ہو گئے کتب حدیث کے طبقات میں بھی انہیں ایرانی سازش ہی نظر آرہی ہے۔ حالانکہ یہ نصاب کا معاملہ ہے۔ اس میں کتاب کی جامعیت، حسن ترتیب، حسن تبویب، حسن سیاق، زبان۔ اس کے علاوہ بیسیوں چیزیں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے۔ لیکن سائل محترم کو ایرانیت نظر آرہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، اوزاعی، معمر وغیرہ کی تصنیفات محض تذکرے اور یادداشتیں تھیں جو پوری کی پوری صحاح میں آگئیں۔ ان میں ترتیب تھی نہ جامعیت اور نہ تبویب، مثلاً محمد بن اسحاق نے مغازی اور سیرۃ کے موضوع پر لکھا اور اس کا ضروری حصہ امام بخاری نے مغازی میں لے لیا باقی سیرت ابن ہشام آپ کے پاس موجود ہے اگر آپ حضرات کو منظور ہے کہ اسے صحاح کا مقام دیا جائے تو بسم اللہ اہل قرآن کے مدارس میں اسے رکھ دیجئے انشاء اللہ آپ کو اسی سے صحاح کی افادی حیثیت معلوم ہو جائے گی۔ اف۔ کتنا ظلم ہے کہا جاتا ہے سنن کبریٰ بیہقی مستدرک حاکم سنن دارقطنی، سنن دارمی ان کو کیوں ترک کیا گیا۔ مگر آپ کے اصول کے مطابق یہ بھی ایرانی تھے۔ بیہق سمرقند اور بست سب عجمی شہر ہیں۔ ان کو صحاح میں شامل نہ کیا گیا۔ اعتراض کرتے وقت کچھ تو سوچنا چاہیئے۔ قلم اگر عقل مند نہیں مگر انسان تو عقل مند ہے حقیقت اتنی ہے کہ صحاح کے تعین میں تعلیمی محاسن اور نصاب کے تقاضے وغیرہ امور پیش نظر رہے اس لئے نہ مسند امام احمد اس میں آسکا۔ نہ مسند شافعی نہ سنن کبریٰ آسکی۔ اور نہ مستدرک حاکم۔ اللہ تعالےٰ سائل محترم کو عجم خولیا اور ایران خولیا سے بچائے اس مرض کا حملہ سب سے زیادہ قوت فکر پر ہوتا ہے۔ مگر یہ موضوع بسط کا متقاضی ہے۔ جس پر فرصت میں لکھا جائے گا انشاء اللہ۔

شیعوں کی صحاح اربعہ سائل محترم نے چلتے چلتے شیعہ کی صحاح اربعہ کا تذکرہ کر دیا حالانکہ مولانا کو

خوب معلوم ہے یہ نظریہ ان کے خلاف جاتی ہے اگر یہاں عجمی سازش ہوتی تو خود عجمیوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ صحاح ستہ کی بجائے نصاب صحاح اربعہ مقرر ہوتا کیونکہ عجمی تہذیب کی ترجمانی صحاح اربعہ میں بہت زیادہ ہے اور ان کے مسائل میں عجمیت کا عنصر غالب ہے۔

نیز مرفوع حدیث کا سرمایہ صحاح اربعہ میں کم ہے وہ عموماً امام جعفر پر موقوف روایات ہیں۔ ضد سے انکو صحاح کا ہم پایہ قرار دیا گیا۔ دونوں طرف کی کتابیں پڑھنے کے بعد طالب حق خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ صحاح اربعہ حدیث ہے یا نہیں۔ صورت جو بھی ہو صحاح اربعہ کا وجود عجمی سازش کا واضح جواب ہے۔

فارس کی فضیلت کی احادیث سازش کے متعلق سائل محترم نے جو مبادی وضع فرمائے تھے وہ تار تار ہو گئے اور ان کے متعلق اغلاط کی نشاندہی ہو چکی اس کے بعد اصل سوال بے وزن ہو جاتا ہے "یا اولی الابصار" کے نام سے محترم ناگی صاحب نے جو اپیل شائع فرمائی "اولی الابصار" نے اپنا موقف واضح کر دیا۔ آخر میں مولانا نے اہل فارس کی فضیلت میں وارد شدہ احادیث پر گہرے رنج کا اظہار فرمایا ہے۔ حالانکہ احادیث میں یمن کی فضیلت آئی ہے۔ عراق کا تذکرہ آیا۔ نجد کے فضائل آئے بعض اشخاص اور قبائل کے مناقب بھی آئے اگر فارس کے حق میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کلمہ خیر کہہ دیا تو اس میں ناراضگی کی کونسی بات تھی اور حقیقت ہے کہ اہل فارس سے اللہ تعالےٰ نے دین کی بے حد خدمت لی ہے واقعی

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کا معاملہ ہو گیا فجزاھم اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزا وخیر ما یجزی عبادہ المخلصین۔

مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ سوال کا جواب جذباتی نہ ہو۔ محترم نے خیال فرما لیا ہوگا کہ سوال کا تو کوئی حصہ جذباتی نہیں۔ مگر میں نے تو اسے بہت حد تک جذباتی پایا۔ تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ سائل محترم کے حکم کی حسب امکان تعمیل کر سکوں وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء

مثبت طریق سے میں چاہتا ہوں کہ اس پر ایجابی اور مثبت طریق سے بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔ سائل کے خیال میں چونکہ سوال تاریخی ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ جواب بھی کسی مسلمہ مورخ کی زبان سے ہو۔ سائل محترم اور ان کے رفقا کے متعلق مجھے بدگمانی ہے کہ یہ حضرات جامد مقلد ہیں۔ ایک دوسرے سے جو سنتے ہیں لکھی پر لکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ اس تقلید کا لازمی نتیجہ ہے کہ مخالف پر بے اعتمادی اور بدگمانی ہو جائے اور یہ انداز سارے منکرین حدیث میں مشترک ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ سوال کا جواب کسی مسلمہ مورخ کی زبان سے ہو

تاکہ بدگمانی کی گنجائش نہ رہے۔

علامہ ابن خلدون کا نظریہ اور وہ ہیں آٹھویں صدی کے علامہ ابن خلدون۔ آپ نے اس مبحث پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

فصل فی ان حملۃ العلوم اکثرھم العجم

من الغریب الواقع ان حملۃ العلم فی الملۃ الاسلامیۃ اکثرھم العجم لا من العلوم الشرعیۃ ولا من العلوم العقلیۃ الا القلیل النادر وان کان من ھم العرب فی نسبتہ فھو عجمی فی لغتہ ومرباہ ومشیختہ مع ان الملۃ عربیۃ وصاحب شریعتنا عربی[1]

"یہ عجیب واقعہ ہے کہ اسلام میں علماء کی اکثریت عجمی الاصل ہے۔ عقلی اور نقلی علوم میں عرب اہل علم نادر اور قلیل ہیں۔ اگر کوئی ان میں نسبی عرب ہے تو وہ شیوخ اور تربیت کے لحاظ سے عجمی ہے حالانکہ ملت اور صاحبِ ملت عربی ہیں"۔

ابنِ خلدون عالم ہے اور فلسفہ تاریخ کا ماہر، وہ نہ اس حقیقت کا انکار کرتا ہے نہ اس کی توجیہ میں کوئی ایسی بدگمانی پیدا کرتا ہے۔ جو اسے حقیقت سے دور لے جائے یا سلفِ امت پر بدگمانی پیدا کرے یا امت کی علمی خدمت کی ناشکری کرے وہ حقائق کو حقائق کی سرزمین میں کھڑے ہو کر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے اسباب عقلی سے بحث کرتا ہے جس کا ملخص یہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اس کا سبب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں میں نہ علم تھا نہ صنعت، ان میں اوّل سے آخر تک بدویت اور سادگی نمایاں تھی شریعت کے اوامر و نواہی کو صاحب شریعت سے سن کر اسے یاد رکھتے تھے اور کتاب وسنت سے اس کے ماخذ کو جانتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے یہ سب کچھ سیکھا تھا۔ اس وقت عرب تالیف اور تدوین کے فن سے ناواقف تھے نہ وہ اس کے لئے مجبور تھے اور نہ ہی انہوں نے اب تک اس کی ضرورت کو محسوس کیا تھا۔ صحابہ اور تابعین کا زمانہ اسی طرح گذر گیا۔ ان ایام میں پڑھے لکھے لوگوں کو "قاری" کہتے تھے۔ یہ قاری قرآن اور سنت دونوں کو جانتے تھے قاری کا لفظ امی کے مقابلہ پر بولا جاتا تھا اور سنت چونکہ قرآن مجید کی شرح اور تفسیر تھی اس لئے قاری

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۹۹ ایضاً ابجد العلوم ص ۱۳۹ تا ۱۴۲

کا مطلب یہ تھا کہ وہ قرآن اور سنت دونوں کو جانتا ہو۔

نقل کا زمانہ جس قدر دور ہوتا گیا علومِ تفسیر اور سنت کی تقیید تک کی ضرورت محسوس ہونے لگی تاکہ یہ ضائع نہ ہو جائیں اس کے لئے علم اسناد ناقلین کی جرح و تعدیل کی ضرورت ہوئی تاکہ صحیح اور ضعیف میں امتیاز ہو سکے۔

اسی طرح نت نئے واقعات کے وقوع نے استخراج مسائل کی ضرورت کو پورا کیا۔ پھر زبان کی اصلاح کے لئے علوم عربیہ۔ نحو وغیرہ کی ضرورت کا احساس ہونے لگا۔ تو اس کے لئے علوم عربیہ کی تاسیس عمل میں آئی اور اصلاح عقائد کے متعلق علوم کلامیہ کی ایجاد کی گئی۔ اسی طرح اصولِ فقہ کے قواعد مرتب کئے گئے اور ان تمام علوم نے حرفت اور صنعت کی صورت اختیار کی اور اس کی تحصیل کے لئے تعلیم و محنت کی ضرورت پیش آئی اور ہم بتا چکے ہیں کہ صنعت اور حرفت کا تعلق حضریت اور شہریت سے تھا اور عربوں کو طبعاً اس سے نفرت تھی اور عجمیوں میں حضریت کی وافر مقدار موجود تھی وہ طبعاً حرفت اور صنعت کے لئے سازگار تھے اور یہی حال موالی کا تھا۔ نحو کے بانی سیبویہ، ابو علی فارسی اور زجاج وغیرہ تھے یہ سب عجمی تھے لیکن عربی تربیت کی وجہ سے انہوں نے اسے ایک صنعت کی صورت دے دی"۔

اس کے بعد علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔

وکذا حملة الحديث الذين حفظوا عن اهل الاسلام اكثرهم عجم او مستعجمون باللغة والمربى وكان علماء اصول الفقه كلهم عجما كما يعرف وكذا حملة علم الكلام وكذا اكثر المفسرين ولم يقم بحفظ العلم وتدوينه الا الاعاجم

یعنی" ایسے ہی حدیث کے حامل بھی اکثر عجمی تھے اسی طرح علماء اصول فقہ عجمی تھے۔ اسی طرح متکلمین اور آئمہ تفسیر غرض علم کی حفظ و تدوین کا پورا کارخانہ عجمیوں کے سپرد ہو گیا"۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی لو تعلق العلم باكناف السماء لناله قوم من اهل الفارس[1]۔ اور یہ اس حدیث کا مفہوم ہے جس سے محترم ناگی صاحب کو چڑ ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتداء میں تو واقعی عربوں پر بدویت غالب تھی کہ وہ صنعت و حرفت سے متنفر تھے لیکن اب تو وہ حضریت آ چکی تھی پس اس کے تقاضوں کا ظہور ضروری تھا لیکن عرب پھر بھی

---

[1] مقدمہ صفحہ ۵۵

کبھی نمایاں علمی خدمت نہ کر سکے۔

اس سوال کے جواب میں ابن خلدون فرماتے ہیں "جن عربوں نے اس حضریت کا زمانہ پایا اور وہ بدویت سے شہریت کی طرف آگئے وہ آتے ہی حکومت اور ریاست میں مشغول ہو گئے اور دولتِ عباسیہ میں انہیں مجبوراً حکومت کی ذمہ داریوں کو اٹھانا پڑا اور معلوم ہے کہ رؤسا اور دولت مند صنعت و حرفت سے نفرت کرتے ہیں اس لئے عرب اس وقت بھی کوئی اہم علمی کام سر انجام نہ دے سکے اور یہ کام علمائے دین عجم اور موالی کے سپرد رہا مگر عرب ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہے کیونکہ یہ ان کے غلام تھے اور ان کا اپنا ذہن تھا عرب کے لئے ضروری تھا کہ وہ علم اور اہل علم کی قدر دانی کریں اور یہ حالت اس وقت تک رہی جب تک کلی طور پر عرب حکومت سے محروم نہیں ہو گئے"[1]

اہل قرآن حضرات سے دردمندانہ گذارش | جو شبہ آپ کو آج پیدا ہوا ٹھیک یہی سوال آٹھویں صدی میں علامہ ابن خلدون کے ذہن میں کھٹکا مگر ایک متدین اور دردمند انسان نے حقائق کو کس قدر نکھار کر رکھ دیا ہے۔ نہ کسی کی آبرو پر ہاتھ ڈالا نہ اس کو امت کے اعمال کی تحقیر کی ضرورت محسوس ہوئی نہ قومی عصبیت سے کام لیا نہ کسی پاکباز آدمی پر سازش کی تہمت لگائی اور ایک عالم کی طرح سوال کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے ــــــ !

آجکل | یہی سوال آج آپ حضرات کے سامنے آیا تو آپ نے اپنی پگڑی بھی اتار لی اور تیار ہو گئے کہ دوسروں کی پگڑیاں اتار پھینکیں۔ امت کے بہترین انسانوں کو آپ نے سازشی قرار دیا۔ اور جو چیز دنیا کی نظر میں ہمارے بزرگوں کے محاسن سے شمار ہوتی تھی اہل یورپ کی گہری سازش سے آپ نے اس کو ان کی برائیوں میں شمار کیا۔ اس جہل مرکب پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

کوئی مجتہد صاحب نئی فقہ کی تشکیل کے لئے پریشان ہو رہے ہیں، دوسرے صاحب اسلامی اصطلاحات کی خود ساختہ تشریحات کر کے عامۃ المسلمین کو مغالطہ دے رہے ہیں مگر خود ان مفسرین کا یہ حال ہے کہ علوم حدیث کے مبادی تک سے بے خبر، اور اسلامی علوم سے نا آشنا ہیں، سارے اجتہاد کی بنیاد ڈنک بندیوں پر رکھ لی گئی ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

---

[1] صفحہ مقدمہ ابن خلدون۔